ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلّہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر لبنیٰ نصیر
اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین سیٹلائیٹ ٹاون بہاولپور

# عزیز احمد کے ناول "گریز" میں تہذیبی آثار

**Dr. Lubna Naseer ***
Assistant Professor of Urdu Govt Graduate College for Women, Satellite Town Bahawalpur.

***Corresponding Author:** drlbunanaseer240@gmail.com

## Cultural Relics in Aziz Ahmed's Nnovel "Guraiz"

Aziz Ahmed's cultural awareness is clearly reflected in his fictional and non-fictional writings. Especially the Indian Muslim culture becomes the focus of his attention. His intellectual breadth prompts him to cover the Indian as well as the international situation of his era. Apart from this, his keen eye and study on history brings him to the fore in the form of a historical novelist and sometimes an Islamic scholar by grasping the historical and cultural contexts of centuries. Aziz Ahmed's non-fiction writings, "Nasl aor Sultanat", "Bar-e-Sagheer main Islami Culture", Bar-e-Sagheer main Islami Jadediyat, "An "Intellectual History of Islam in India" and "A history of Islamic Sicily" give him an important position as a cultural historian. Apart from these books, he did many important works based on his interest in culture, which are his books and articles. When a scholar who is interested in extensive knowledge and history also has the ability to create, his subconscious creates many new horizons of imagination, examples of which are the legendary and poetic works of Aziz Ahmed can be seen in. In the writings of Aziz Ahmed, the concepts of history and civilization go hand in hand and make their place in the heart of the reader. From the point of view of chronological order, each of his legendary stories. brings out some aspect of historical and cultural perspective. Although Aziz Ahmad described these novels as a reminder of his period of Jahiliyyah, the cultural basis in 'Hus' cannot be ignored in which the echoes of the breakdown of the values of the average Muslim society were beginning to be heard. In spite of all its flaws, the novel

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



contains such raw material that furthers the work of deconstructing and reconstructing the cultural elements of the period. The binding of the curtain, the mental and physical stifling of noble babies and the consequences of this highlight the cultural context of this period. Below, Aziz Ahmed's fictional works, in his novel “Guraiz”. his concept of civilization will be discussed in chronological order so that the stages of the author's mental journey can also be reviewed.

**KEY WORDS**: *Aziz Ahmed's cultural awareness, “Guraiz”, Indian Muslim culture, “Aisi Bulandi Asisi Pasti”, "Nasl aor Sultanat", "Bar-e-Sagheer main Islami Culture", Bar-e-Sagheer main Islami Jadediyat, "An "Intellectual History of Islam in India", "A history of Islamic Sicily".*

تہذیب ایک مرکب لفظ ہے۔اس کے بہت سے معنی کیے جا سکتے ہیں۔اس لفظ میں معنی کا ایک بحر بیکراں پوشیدہ ہے۔یہ کوئی راتوں رات ہونے والی تبدیلی کا نام نہیں۔اس کے سجنے سنورنے میں صدیوں کی محنت، محبت پوشیدہ ہے۔کوئی بھی ترقی یافتہ معاشرہ اپنی تہذیبی اقدار سے کسی صورت منحرف دکھائی نہیں دیتا۔مسلم معاشرہ ہو، ہندو معاشرہ ہو، عیسائی معاشرہ ہو، بدھ مت معاشرہ ہو، چاہے دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو اس کی بنیاد اس کی تہذیبی اقدار پر ہی منحصر ہے۔اپنی تہذیبی اقدار انحراف کرنے والی قومیں معاشرے میں تبدیلی کا باعث ہوتی ہیں، چاہے یہ تبدیلی تمدن کی صورت میں ہو، چاہے سائنسی فکر کی صورت ہو یا خیالات کی تبدیلی کا باعث ہو، تہذیب کے انداز، قوموں کے رسم و رواج رہن سہن، لباس درستگی خوش اخلاقی شرافت جیسی پاکیزہ عادات پوشیدہ ہوتی ہیں۔مؤلف فرہنگ آصفیہ تہذیب کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے معنی درج ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

> ”ع اسم مؤنث، آراستگی، صفائی، پاکی درستی اصلاح ،شائستگی خوش اخلاقی، اہلیت، لیاقت، آدمیت، تربیت، انسانیت، شرافت۔“(۱)

تہذیب ایسی اقدار کا نام ہے جو صدیوں اسلاف کی کسوٹیوں پر کی گئی روایات ہیں۔خوش اخلاقی محض راتوں رات پیدا ہونے والی تبدیلی کا نام نہیں۔اس میں ماحول، والدین، معاشرہ، مقامی اور غیر مقامی اثرات کارفرما ہوتے ہیں۔اگر کسی فرد کو مہیا کیا گیا ماحول پاکیزہ ہو تو پھر یہ تبدیلی رونما ہوتی ہے۔اگر کوئی ایک شخص کسی دوسرے ماحول، مذہب اور معاشرے سے تعلق رکھتا ہو اور وہ پاکیزہ روایات کا امین ہواور وہ کسی دوسرے معاشرے میں آئے تو وہ اس معاشرے میں تبدیلی کا باعث کسی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

صورت نہیں بن سکتا۔ جب تک اس معاشرے کے افراد خود اس تبدیلی کی جانب گامزن نہ ہوں۔

"جامع اللغات" کے مؤلف نے تہذیب کے معنی درج ذیل الفاظ میں بیان کیے ہیں:

"شائستگی، انسانیت، خوش اخلاقی آراستگی، پاکیزگی اصلاح پانا، حاصل کرنا، دینا، سکھانا، سیکھنا، ہونا وغیرہ) (ہذب، چھانٹنا، صاف کرنا)۔"(۲)

وارث سرہندی نے "قاموس مترادفات میں تہذیب کے مترادفات میں درج ذیل الفاظ درج کیے ہیں:

"اصلاح، درستی، آراستگی شاخ تراشی ،شائستگی ،ثقافت خوش اخلاقی تمدن، آدمیت، پاکیزگی، صفائی، اہلیت، لیاقت۔"(۳)

فیروز اللغات میں تہذیب کے معانی درج ذیل صورت میں بیان کیے گئے ہیں:

"آراستگی، صفائی، اصلاح، شائستگی، خوش اخلاقی۔"(۴)

تہذیب کسی ایک فرد، قوم، قبیلے میں پروان نہیں چڑھتی، اس کے پس منظر میں ایک پوری تاریخ ہوتی ہے۔ تہذیب کی ایک "قدر" کو پروان چڑھانے میں بہت سی نسلوں کی محنت پوشیدہ ہوتی ہے۔ تہذیب میں موجود اقدار" میں شائستگی ،اصلاح ،پاکیزگی اخلاقیات اور دوسری بہت سی ایسی روایات جن کو معاشرہ فراخ دلی سے قبول کرتا ہے ان کی قبولیت میں کوئی بھی آڑے نہیں آ سکتا۔ چاہے وہ اقدار اپنے دیس کی ہوں، چاہے بدیسی ہوں۔ ڈاکٹر عارف ثاقب رقم طراز ہیں کہ:

"اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ تہذیب فرد اور اجتماع کے داخلی کوائف سے عبارت ہے اور وہ اقدار و افکار جو کسی عہد اور کسی علاقے کے لوگوں کے مزاج اور شخصیتوں کو استوار کرتے ہیں، تہذیب کہلاتے ہیں۔"(۵)

تہذیب ایک ایسا پنگھوڑا ہے جس میں معاشرہ آرام و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے جبکہ انسانی خیالات، احساسات، جذبات نئے انداز میں پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ جو آئے روز نئے نئے مناظر پیش کرتے ہیں۔ جن کو محسوس کرنے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ان میں کہیں نہ کہیں تہذیبی اقدار کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ جن سے دامن چھڑانا ناممکن ضرور ہے۔ تہذیب کسی بھی معاشرے کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتی رہتی ہے جو ایک حقیقت کے طور پر کہیں نہ کہیں نمایاں ضرور ہوتی رہتی ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ انسان چاہے کسی بھی معاشرے میں سکونت اختیار کر لے، وہ معاشرہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو اس شخص کی جُڑت کسی نہ کسی صورت اپنی تہذیب سے ضرور رہتی ہے جس طرح انسان کو اپنے وطن اور علاقے کی مٹی کی خوشبو ہر وقت بیدار کیے رکھتی ہے، اسی طرح وہ اپنی تہذیب سے پیوستہ رہتا ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق:

> "تہذیب رسوم قوانین اور آداب کا وہ جھولا ہے جس میں سوسائٹی آرام کی نیند سوتی ہے اور کلچر وہ روح بیدار ہے جو اس سوسائٹی کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگاتی رہتی ہے۔"(۶)

کلچر جب تبدیل ہو رہا ہو تو اس میں پرانے فرسودہ اور غیر روایتی لوازمات پر کاری ضرب لگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔چاہے وہ سائنسی فکر، اعلیٰ تعلیم، رسم و رواج کھانے پینے کے انداز، بنیادی ضروریات کے تابع ہو جاتے ہیں۔جیسے جیسے بنیادی ضروریات بڑھتی اور تبدیل ہوتی جاتی ہیں تہذیبی اقدار، بدل جاتی ہیں اورآئے روز تہذیب میں نئے نئے آہنگ کا در وا ہوتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔نشاۃ ثانیہ کے بعد یورپ میں تبدیلی رونما ہوئی تو انھوں نے مختلف ممالک میں اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نوآبادیاتی نظام کے تحت ڈیرے ڈالنے شروع کیے۔جن خطوں میں یہ نو آبادیاتی نظام قائم کیا گیا ان ممالک کے باشندوں میں اس نظام فکر کے تحت ذہنی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور مقامی باشندے اس نظام کی طرف گامزن نظر آتے ہیں۔مغلیہ سلطنت جو کہ بادشاہانہ طرز کی حکومت تھی، اس دور حکومت میں جو تہذیب ابھر کر سامنے آئی اس میں صدیوں کی محنت اور سوچ شامل تھی۔انگریز جب برصغیر میں وارد ہوئے تو پرانے تہذیبی نظم کو توڑنے میں ان کو ایک سو پچاس سال لگ گئے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرانا تہذیبی نظام کس طرح مقامی لوگوں کے خون میں رچ بس گیا تھا۔نئے سامراجی نظام کے تحت پرانے تعلیمی نظام پر کاری ضرب لگائی گئی اور اپنا تشکیل دیا گیا تعلیمی نظام رائج کیا گیا اور اس کے تحت تعلیم دی جانے لگی۔اے۔ایل باشم اس نظام کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

> "کلکتہ، بمبئی اور مدراس یونیورسٹیوں کی بنیاد غدر" ہی کے سال یعنی ۱۸۵۷ء میں پڑی، ان دانش گاہوں میں شروع شروع میں ہندوستان کے قدیم تمدن کی جانب توجہ نہیں کی گئی بلکہ ان میں مغربی اساتذہ بہت غالب انداز میں مغربی نصاب کی تعلیم دیتے تھے۔"(۷)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



نوآبادیاتی نظام کو قائم کرنے میں یورپ کے بہت سے ملکوں میں حصہ لیا۔ سولھویں صدی عیسوی میں پرتگالیوں نے سب سے پہلے برصغیر میں اپنے تجارتی قافلے داخل کیے اور تجارتی منڈیاں قائم کیں۔ ان کے بعد ولپنذیریوں، انگریزوں، ڈنمارک اور دوسری یورپی قوموں نے اپنی تجارتی منڈیاں بنائیں۔ ان منڈیوں کی بدولت وہ خام مال اجناس کی صورت میں یہاں سے حاصل کرتے اور واپس جا کر اپنی فیکٹریوں کا پیٹ بھرتے۔ یہ لوگ یہاں کے مقامی افراد کو ان چیزوں کی قیمت نقد کی صورت میں ادا کرتے جبکہ پرانے شاہی نظم کے تحت مقامی لوگوں کو معاوضہ جنس کی صورت میں ادا کیا جاتا۔ یہاں کا مقامی معاشرہ بہت جلد ان کے فریب میں آ گیا اور مقامی حکومت کے خلاف بغاوت ہونا ایک عام سی بات محسوس ہوتی ہے۔ جب جنگ آزادی ہوئی تو بہت جلد برصغیر میں مقامی افراد کے بل بوتے پر مغلیہ سلطنت کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔ ان دنوں برصغیر میں برطانیہ کا عمل دخل بہت زیادہ تھا اورانھوں نے دوسری غیر ملکی قوموں کو نکال باہر کیا جبکہ مقامی سطح پر حکومت قائم کی۔ نئے آنے والے نظام نے یہاں کے مقامی طرز فکر اور مقامی نظامِ حکومت پر اپنا تسلط جمایا۔ یہاں کے مقامی راجے اور مہاراجے جو نئی حکومت کے حمایت یافتہ تھے برائے نام اقتدار کے مالک تھے اور یہاں پر صدیوں سے موجود مذہبی نظام بھی ان نئے واردان سے نہ بچ سکا اور بہت جلد یہ معاشرہ ٹکڑیوں میں دکھائی دینے لگا۔ اے۔ ایل باشم کے مطابق:

> ”انیسویں صدی کے وسط تک پورا ہندوستان یا تو براہِ راست انگریزوں کے زیر حکومت تھا یا مقامی خود مختاری کے حق کے ساتھ چھوٹے چھوٹے راجے مہاراجہ حکمرانی کرتے تھے۔ ایک نیا فاتح آ چکا تھا۔ ایک ایسا فاتح جو ہندوؤں کے نزدیک مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ اجنبی تھا۔ اس کے پاس جارح تمدن تھا اور جو وافر تکنیکی برتری کا حامل تھا۔“(۸)

معاشرہ جب تہذیب سے جداگانہ طرز فکر کی چادر اوڑھ لیتا ہے تو اس میں نئی سوچ، فکر، طرزِ معاش، احساسات، خیالات، جذبات جنم لینے لگتے ہیں۔ بنی نوع انسان فطرتاً کسی ایک سمت کی جانب گامزن نہیں رہ سکتا۔ اس کی بے چین فطرت اس کو آئے روز نئی دنیا کی تلاش میں اپنی محنت صرف کرتا رہتا ہے۔ نئی ایجادات انسان کی زندگی کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ اگر بنی نوع انسان حالتِ جمود

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



میں رہتی تو تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتا۔انسان نے روزِ اول ہی سے فطرت کے رازوں کو پانے کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس کی کھوج لگانی شروع کر دی اور آئندہ بھی یہ تھک کر بیٹھنے والا نہیں ہے۔رب ذوالجلال نے انسان کے ذہن میں ایسا مادہ تخلیق ڈال دیا ہے کہ علم و فن اپنا لوہا منوانے کی طرف گامزن ہے۔ یہ ہی انسانیت کی بقا ہے۔ انسان ہر دور میں اپنی تہذیب میں موجود کھوکھلی روایات کا حامہ نہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ڈاکٹر نصیر احمد لکھتے ہیں:

> "انسان کی معاشرتی و ثقافتی زندگی کی نشوونما و ارتقا کی تاریخ کا قدرت کے حوالے سے . کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ قدرت کا بلاواسطہ اور بالواسطہ ہر اعتبار سے مرہونِ منت ہے۔انسان روز اول سے تلمیذ الرحمن" ہے۔اللہ تعالیٰ نے روز اول سے ہی انسان میں علم سیکھنے اور ترقی کرنے کے لامحدود امکانات ودیعت کر دیے تھے۔"(۹)

تہذیب ایک ایسا نظام کل ہے جس میں انسان کا جسم اور جان کی جُڑت ہے۔اس نظام سے کنارہ کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔علم و فنون سیکھنا، ثقافت کی پیروی طرز زندگی، احترام زندگی، روح کی بالیدگی، جسم کی صفائی ستھرائی، ظاہری اور باطنی خصوصیات میں تبدیلی اس نظام کے تحت ہی وجود میں آتی ہیں۔اگر کوئی قوم قبیلہ معاشرے میں عزت حاصل کرتا ہے تو اس کی پیروی کسی نہ کسی صورت میں دوسرے افراد کی زندگی میں لازمی جزو بن جاتی ہے۔اس میں ایک دائمی زندگی کے راز پوشیدہ ہوتے ہیں جو رہتی دنیا تک دوسرے افراد کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتے ہیں۔دراصل معاشرہ ہی کسی تہذیب کی جیتی جاگتی تصویر ہوتا ہے۔ای-بی ٹیلر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "تہذیب ایک ایسی مرکب سالمیت کا نام ہے جس میں ہر قسم کے علوم و فنون، رسم و رواج، عقائد اور قوانین اور دوسری تمام ایسی صلاحیتیں شامل ہیں جو کہ معاشرے کا رکن ہونے کی صورت میں کسی فرد میں پائی جاتی ہیں۔"(۱۰)

عزیز احمد کا تہذیبی شعور ان کی تحریروں میں جا بجا منعکس ہوتا دکھائی دیتا ہے۔عزیز احمد اردو ادب میں ایک ممتاز مقام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی تحریروں میں ہندوستان کے علاوہ بین الاقوامی سطح کی تحریکیں، رسوم و رواج، انداز گفتار لمحہ بہ لمحہ دکھائی دیتا ہے۔ اردو ادب کے ساتھ ساتھ وہ بین

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26

الاقوامی علوم کے ماہر دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اچھے ادیب کی تمام خوبیاں ان میں موجود ہیں۔ ناول "گریز" میں جا بجا انگریزی حروف کی بھرمار قاری کو بوجھل تو ضرور کرتی ہے مگر جنسی مناظر دل چسپی کو بڑھائے رکھتے ہیں۔ قاری میں ایک جستجو پیدا کیے رکھنا ان کا خاص فن نظر آتا ہے۔ یہ ناول ان دنوں کی تحریر معلوم ہوتا ہے جب برصغیر میں آزادی کی تحریکیں اپنی عروج پر تھیں۔ کیسے ایک لڑکا پس ماندہ ماحول اور پس ماندہ طبقے سے تعلق رکھتے ہوئے محنت اور مشقت افسر شاہی والے نظام میں سی۔ ایس۔ ایس کا امتحان پاس کر کے داخل ہوتا ہے۔ جب وہ تربیت کی خاطر یورپ کے ملکوں میں جاتا ہے تو اپنے آپ کو دوسرے معاشرے اور تہذیب میں اپنی تربیت حاصل کرتا ہے۔ یہ ناول اپنے عہد کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ اس ناول میں جنگ عظیم دوم کے خطرات س سے بھی آگاہی ملتی ہے۔ اس ناول میں مشرقی اور مغربی تہذیب کا تصادم بھی دیکھنے کو ملتاہے۔

اس ناول میں موجود مناظر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح پس ماندہ معاشرہ ترقی یافتہ تہذیب کے زیر اثر ایک غلامانہ سوچ کا حامل ہے اور اپنے آپ کو ہر ممکن کوشش کر کے دوسری تہذیب کے برابر لانے کی تگ و دو میں ضمیر فروشی سے بھی باز نہیں آتا۔ اس ناول میں ہندوستانی معاشرہ مکمل جزئیات کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اس ناول کی ابتدا ایک روز مرہ ڈائری سے ہوتی ہے جس کا آغاز جون ۱۹۳۵ء اور اختتام جولائی ۱۹۴۳ء میں ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں دیکھا جائے تو دوسری جنگ عظیم اپنے عروج پر تھی۔ یورپی ممالک جو کہ مختلف ٹکڑوں میں منقسم ہے اور ہندوستان اپنی بقا کی جنگ لڑتا دکھائی دیتا ہے۔

ان حالات میں ہندوستانی معاشرہ انگریزوں کی دیکھا دیکھی اپنے آپ کو بھی ان کے ہم پلہ دیکھتا ے۔ اس معاشرے میں موجود افراد کا طرزِ معاشرت ہر لحاظ فرنگی سماج کی جانب گھٹنے ٹیک کے دیکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ فرنگی تہذیب ایک ترقی یافتہ تہذیب تھی جبکہ ہندوستان ایک پس ماندہ معاشرہ تھا۔ ہندوستان کے لوگ طرز بود و باش میں ان کے برابر ہونے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ خانم جو کہ ایک پس ماندہ گھر کی بہو ہے وہ اپنی بیٹی بلقیس کو انگریزی سماج کے برابر لانے کے لیے بہت جتن کرتی ہے۔ اس کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے سنوارنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔ اس کی ہر ایک خواہش کو اپنی مرضی سے ڈھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ خانم کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی بہت

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



کوشش ہوتی ہے کہ لڑکا ہو مگر پہلی اولاد بیٹی کی صورت میں ہوتی ہے۔اس کے بعد اس کے دو لڑکے پیدا ہوتے ہیں:

”خانم کا افسوس بہت جلد اس وجہ سے بھی کم ہو گیا کہ جو بلقیس کو دیکھتا کہتا' کیسی پیاری لڑکی ہے بچپن میں اس کے بال اور بھی زیادہ ہلکے بھورے تھے اور رنگ بھی انگریزوں کا سا۔ خانم اپنے دل میں کہتی کہ بڑی ہو کر یہ لڑکی میموں سے زیادہ خوب صورت نکلے گی۔“(۱۱)

”جوں جوں بلقیس بڑھنے لگی خانم کا شوق بھی بڑھنے لگا کہ ان کی لڑکی کسی میم سے کم نہ ہو۔ انگریزی انگریزوں کی طرح بولے۔ انھی کی طرح رہے۔ خانم کے کچھ متمول عزیز حیدرآباد میں تھے اور ان کی لڑکیاں پردہ نہیں کرتی تھیں۔“(۱۲)

تاج برطانیہ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پورے کا پورا سماج ان کے طرزِ فکر میں ڈھلا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ کلام میں بھی انداز ان جیسا ہو جائے۔ وہ آنے والی آئندہ نسل کو انگریزی تہذیب میں ڈھالنے کے لیے اچھے سے اچھے ادارے کا انتخاب کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ جس ادارے کی فیس زیادہ ہو گی وہ اچھی تربیت گاہ بھی ہو گا۔ بڑے شہروں میں انگریزی تعلیم کے لیے بہت سی عورتوں نے بورڈنگ ہاؤس اس لیے کھولے کہ ان کی روزی روٹی چل جائے۔ ان بورڈنگ ہاوسز میں ملک کے دور دراز علاقوں سے افراد اپنے بچوں کو داخل کراتے تا کہ اس ماحول سے رہتے ہوئے ہمارے بچے بہت جلد انگریزی سماج میں ڈھل جائیں گے جبکہ والدین کی تعلیم اس نوعیت کی نہ تھی کہ وہ اپنے بچوں کو معیاری تعلیم س۔ سے آشنا کر سکیں۔ تہذیب کے اثرات جگہ پر محسوس کیے جا سکتے ہیں:

”اس زمانے میں کئی اینگلو انڈین عورتوں نے بورڈنگ ہاؤس کھول رکھے تھے جن میں حیدر آباد کے ترقی پسند نواب اپنی چار سے آٹھ نو برس کی عمر کی لڑکیوں اور اسی عمر کے لڑکوں کو داخل کر دیا کرتے اور ان کے بچے ان کو پاپا اور اپنی مائوں کو ماما یا ممی کہا کرتے۔ نیز انگریزی اتنی اچھی بولنے لگتے کہ یونیورسٹی کے گریجوایٹ کو ان بچوں کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ ان بچوں کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



والدین کا یہ خیال تھا کہ سب سے اچھا بورڈنگ ہاؤس وہی ہے جس کی فیس سب سے زیادہ ہو۔"(۱۳)

پڑھے لکھے اور ان پڑھ سبھی انگریزی سماج کی جانب جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔بلقیس جو کہ ایک خوب صورت لڑکی تھی اس کی سوچ بچوں جیسی تھی۔وہ یورپ والے ماحول سے گھبرائی ہوئی نظر آتی ہے جبکہ بلقیس کی والدہ اور نعیم اس ماحول میں جانا رہتا اور ان جیسے نظر آنا عزت سمجھتے ہیں۔بلقیس اس چیز کو غلامی کہتی ہے جبکہ نعیم اور خانم اس غلامی کو شان کہتے ہیں۔نعیم ہم غلام لوگ ہیں یورپ جانے سے کیا غلامی اور بڑھ جائے گی۔بلقیس نعیم سے . کرتی ہے جبکہ نعیم بھی اس سے محبت کا اقرار کرتا ہے۔وہ نعیم سے کہتی ہے کہ ہندوستان میں تعلیم نہیں ملتی وہاں ضرور جانا ہے اور ایسی تعلیم کا کیا فائدہ۔نعیم کہتا ہے:

"انگلستان تعلیم کے لیے جانا غلامی ہے چونکہ ہم لوگ غلام ہیں۔اس وجہ سے جاتے ہیں۔نہیں تو کیا یہاں تعلیم نہیں ہوتی۔وہاں جا کے صرف شان بڑھ جاتی ہے۔"(۱۴)

نشاۃ ثانیہ کے بعد یورپ میں بہت سے انقلابات آئے۔عوام کی فکر، خیال، احساسات، جذبات، تہذیبی اقدار، روایات اور ضروریات زندگی ہر چیز بدل گئی۔اسی کے ساتھ تعلیمی اور مشینی انقلابات آئے۔ان انقلابات کے ساتھ ساتھ بہت سے فنون لطیفہ بھی ابھر کر سامنے آئے۔ایسی ایسی نئ چیزیں تراشی گئیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔بے جان چیزوں کو تراش خراش کے زبان عطا کی گئی۔جو دیکھنے والوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔نعیم جب بلقیس کو دیکھتا ہے تو اس کی نظریں دنگ رہ جاتی ہیں۔اس منظر کا مقابلہ وہ یورپ کے ایک مایہ ناز تصویر جو کہ مونالسا" کی بنائی گئی تھی اس سے بلقیس کا موازنہ کرتا ہے۔یہاں پر نعیم مشرق اور مغرب کے ملاپ کا حسین انداز میں تجزیہ کرتا ہے۔بلقیس . ابھی نوخیز عمر میں تھی، فربہ جسم کی مالک نازو انداز بھی اس کے جدا، پھول کی پنکھڑیوں جیسے نفیس لب، بازوئوں کی جلد ایسی جیسے بچوں کی، جسم کی رنگت چہرے سے لے کر پائوں تک ایک جیسی، دانتوں کی بناوٹ ایسے جیسے کسی مصور نے مصنوعی بنا کر رکھ دیے ہوں۔وہ بلقیس کو نشاۃ ثانیہ کی کسی خیالی تصویر کے زندہ ہو جانے سے تشبیہ دیتا ہے:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

اس کے رخسار مونا لسا کے رخسار ہیں۔اس کا کتابی چہرہ مونا لسا کا چہرہ ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ابھی اس کے چہرے سے بچپن کے آثار پوری طرح رخصت نہیں ہوئے۔اگر لیونارد دو داونچی نے مونا لساکے ابتدائے شباب کی تصویر کھینچی ہوتی تو بالکل ایسی ہی ہوتی۔بلقیس کا مونا لسا کا جسم ہے۔مونا لسا کا جسم اگر پورا نظر آتا تو ایسا ہی ہوتا۔اس میں وہی گداز شاداب کیفیت ہے۔وہی جمال ہے، وہی وقار ہے۔"(۱۵)

نعیم جب یورپ کے سفر پر جانے کے لیے بحری جہاز پر سوار ہوتا ہے تو اس کو وہاں ہر نوع، ہر قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔یہ لوگ دراصل یا تو کاروبار کی غرض سے یورپ کے سفر کے لیے گامزن تھے یا اپنی تعلیم کے سلسلے میں۔جب برصغیر میں نوآبادیات کا سلسلہ قائم ہو کر ایک مضبوط حکومت کی صورت اختیار کر لیتا تو اس وقت سامراجی نظم اپنے آبائی ملکوں کی جانب ویزا کی ہے آسانی مہیا کرتے ہیں۔برصغیر اور دوسرے ملکوں کے افراد کے لیے یہ لوگ اجنبی اور ان کے ملک ان دیکھے تھے۔وہاں روزگار کے مواقع زیادہ تھے۔بعض لوگ تجارت کی غرض سے بھی ان ملکوں کا سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔جب بحری جہاز اپنے سفر کے لیے روانہ ہونے کے لیے تیارہوتا ہے تو اس کے مسافر جہاز کے عرشے پر اپنے پیاروں کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔عرشے پر ایک عجیب سی کیفیت رونما ہوتی ہے۔وہ لوگ اپنے رنگ، نسل اور قبیلے سب کچھ بھول کر ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔یہ صورت حال اس نئی تہذیب کے ملاپ کی جانب ایک اہم قدم ثابت ہوتی ہے۔عزیز احمد کے مطابق:

"کئی انگریز یا انگریز نما لوگ ایک ہندوستان نوجوان اور اس کے ساتھ ایک ساڑھی پوش میم اور بکثرت ہندوستانی، دو تین چینی یا شاید جاپانی اور انگریزوں کے مقابلے میں کسی قدر سانولے اطالوی، پایر پر کھڑے لوگ رومال ہلا رہے تھے۔"(۱۶)

یورپ کی تہذیبی اقدار میں فحاشی، عریانی بے معنی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جبکہ مشرق کی تہذیب ایک صاف ستھری تہذیب کے روپ میں سامنے آتی ہے۔یورپ میں جسم کی کوئی اہمیت نہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26

وہاں صرف اور صرف اپنی نفسی خواہشات کی پوجا کی جاتی ہے۔نوآبادیاتی نظام کے تحت ان لوگوں نے برصغیر میں فحاشی اور عریانی پیدا کی کہ ان لوگوں کی عزت نفس مجروح ہو اور یہ کسی کے سامنے اپنا سر اٹھا کر بات نہ کر سکیں۔ایسا لباس معاشرے میں دیکھنے کو ملتا ہے جس میں جسم کا ایک ایک انگ، ایک ایک پور بخوبی نظر آئے۔انھوں نے جدید ٹیکنالوجی میں انقلاب تو برپا کر دیے مگر اپنا جسم بھی ننگا کر دیا۔جسم کو ڈھانپنے کا لباس صرف اور صرف مشرق میں رہ گیا۔مال اور دولت ان کی ضرورت بنا دکھائی دیتا ہے۔ بحری جہاز کے عرشے پر بنا ہوا تالاب اس کی منظر نگاری احسن انداز میں کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔عزیز احمد کے مطابق:

"مسز چند وہی نہانے کا لباس پہنے ہوئے تھیں جس سے ان کا سڈول کاندھے اور پیٹھ اپنی پوری شانِ عریانی کے ساتھ باہر تھے۔اس سے پہلے میں نے ایسے منظر صرف فلموں میں دیکھے تھے۔اپنے دل میں کہا کہ یورپ میں ایسے ہزاروں منظر دیکھنے میں آئیں گے۔" (۱۷)

مشرقی تہذیب میں اگر مزدور کی طرف دیکھا جائے تو اس کے خون پسینے کی کوئی قدر نہیں کی جاتی اور اسی طرح یورپ میں بھی مزدور کے حق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔دنیا میں ہر طرف مزدور مسائل کا شکار نظر آتا ا ہے۔اس کی محنت کی کوئی قدر نہیں کی جاتی۔جن ایوانوں میں بیٹھ کر دنیا کا نظام چلایا جاتا ہے ان ایوانوں میں بنی ہوئی ہر چیز میں مزدور کا خون شامل ہے۔اسے نہ تو وقت پر کھانا دیا جاتا ہے اور نہ اچھے کپڑے۔ترقی یافتہ تہذیبیں جو مساوات کی علم بردار بنی پھرتی ہیں ان کی گلیوں میں بھی مزدور بھوکا اور سردی سے ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر جاتا ہے۔جس بحری جہاز میں سفر ہو رہا تھا اس کو چلانے میں بھی مزدوروں کا حق تلف کیا جا رہا تھا۔وہ بوسیدہ حال دکھائی دیتے ہیں اور شاید ان کی روحیں کارل مارکس کو ڈھونڈنے نکلی ہوئی تھیں کہ شاید وہ ہمیں مل جائے اور اسکو دیکھا جائے کہ انقلاب ایسا ہوتا ہے۔جہاز میں ہر طرف کھانے کی اعلیٰ اقسام اور ہماری طرف بچا ہوا کھانا بھیجا جاتا ہے۔ عزیز احمد کے مطابق:

"راستے میں انجن کے بائلر کے پاس سے گزرا۔انجن میں کام کرنے والے نوکر (جو سب اطالوی تھے) میلے متعفن کپڑے پہنے گوشت کی بڑی بڑی بوٹیاں کھا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26


رہے تھے۔ اس خیال سے خوشی ہوئی کہ غربت اگر ہندوستان میں بہت ہے تو یورپ میں بھی سرے سے مفقود نہیں۔"(۱۸)

ترقی یافتہ تہذیب ہو یا ترقی پذیر ہر جگہ مزدور محنت کی چکی پیتے پیتے اپنی جان غربت کے دیو کو سپرد کر دیتا ہے اور اپنے پس ماندگان میں بیوی اور بچوں کو ظالم سماج کے سپرد کر دیتا ہے۔ ان کی خواہشات اپنے آپ مر جاتی ہیں۔ چاہے وہ یورپ کے ترقی یافتہ شہر ہوں اور چاہے وہ ہندوستان میں محنت کرتے غریب باری۔ وڈیرا شاہی افسر شاہی نے دونوں تہذیبوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ جب بھی کوئی افسر باہر نکلتا ہے درجہ چہارم سے لے کر سیکنڈ کلاس کے تمام ملازمین ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ گھنٹوں ٹریفک جام جو کہ پہیہ جام کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ غریب بے چارہ فٹ پاتھ پر اپنی جان اجل کے سپرد کر دیتا ہے۔ نعیم جب یورپ میں افسر شاہی کی تربیت حاصل کرنے جاتا ہے تو اس کا ایک ہندوستانی دوست اس سے سوال کرتا ہے کہ ہندوستان میں آزادی کے علم بردار انگریز حکومت کو گرا کر دوسرا حکمران تلاش کر رہے ہیں۔ کیا وہ نیا حکمران مزدور طبقے ک پیٹ بھر سکے گا؟ عزیز احمد لکھتے ہیں:

"گاندھی جی کے آشرم میں جا کے مجھے تیسرا روز تھا کہ ولبھ بھائی پٹیل سیلوا گرام تشریف لائے ہیں۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ کی تحریک ڈاکوئوں کی تحریک ہے جو دوسرے ڈاکوئوں کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ مجھے یہ بتایئے کہ ہندوستانی کسان یا مزدور کا آقا گورے کے بجائے کالا ہو جائے تو کیا اس کا پیٹ بھر سکے گا؟"(۱۹)

نعیم یورپ میں جا کر وہاں کی رونق آمیز گلیوں اور دل کش زندگی کے مزے لیتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ ہر اس اجلاس میں اور پارٹی میں شرکت کی جائے جس میں انقلابی ذہنیت رکھنے والے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں جا کر وہ ان کی باتیں دل . ہے۔ اپنے خیالات بھی پیش کرتا ہے۔ ہر ایک گہری فکر میں ڈوبا ہوا اشتراکی انقلاب سے آگے اشتمالیت کا متوالا نظر آتا ہے۔ وہ لوگ کارل مارکس کے پجاری اور حکومت کے نظریات سے عاری نظر آتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ جمعی سے لوگ جنسی بے راہ روی کا شکار نظر آتے ہیں۔ وہ لوگ نیم برہنہ لباس میں ملبوس اور حُسن پرست بھی تھے۔ ایلس جو ایک امریکی مضبوط ذہن کی مالک ایک منجھی ہوئی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے۔ نعیم اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

کو اپنا دل دے بیٹھتا ہے۔ایلس بھی اس کے ساتھ وفا کرنے کی قسمیں کھاتی ہے مگر بے وفائی جو کہ ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی نظر آتی ہے جب تک یہ لوگ ایک دوسرے کے پاس ہوتے ہینوفا کے پیکر مگر جب یہ لوگ بچھڑ جاتے ہیں، واپسی کی راہ تک بھول جاتے ہیں۔یورپ کی کھوکھلی تہذیب کا ایک منظر نامہ عزیز احمد نے خوب صورت منظر نگاری سے پیش کیا ہے۔عزیز احمد کے مطابق۔

> ’’اس کے بعد نعیم ایلس ہی کے ساتھ ناچتا رہا۔ناچ کے خاتمہ پر اس کو ساتھ لے کے مولاں روز گیا۔وہاں سے واپس آتے ہوئے ٹیکسی میں خوب بوس و کنار ہوا مگر جب ایلس نے ضد کی کہ وہ سیدھی اپنے بورڈنگ ہاؤس میں جائے گی تو نعیم اس کو وہاں پہنچا کے پیچ و تاب کھاتا ہوا اکیلا اپنے کمرے کو واپس لوٹا۔‘‘(۲۰)

تہذیب یورپ کی ہو یا ہندوستان دونوں میں اپنی عصمت کی حفاظت دیکھنے کو ملتی ہے۔روشن خیالی اور چیز ہے مگر اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ عزت پر داغ نہ آئے۔مارگرٹ جو ابھی تک ۱۶ یا ۱۷ سال کی عمر میں ہے وہ بھی اس بات کو بہت بری نظر سے دیکھتی ہے کہ اگر کہیں میری والدہ کو پتہ چل گیا کہ وہ ایک ہندوستانی لڑکے کے ساتھ بیٹھی ہے تو وہ بہت بگڑیں گی۔اس میں خاص طور پر ہندوستان کے باشندوں سے نفرت کرتے دکھایا گیا ہے۔وہ وہ لوگ اپنے مفاد کی خاطر ہندوستان والوں کی عزت کرتے ہیں۔ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ ہندوستان والوں سے بچا جائے۔ ایلس بھی ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ نعیم سے بچا جائے۔وہ خاص طور پر اپنی عزت کی حفاظت کی وجہ سے پریشان ہے۔یہ لوگ وقت گزاری کرتے ہیں۔عزیز احمد کے مطابق:

> ’’اب تک ایلیس کے آخری انکار سے اسے سخت ترین جسمانی اور اکثر ذہنی اذیت ہوتی تھی۔وہ مجھے حد سے متجاوز نہ ہونے دیتی تھی۔اب نعیم اس کے اس انکار و وصل کی وجہ سے اس کی عزت کرنے لگا تھا۔اسے یقین ہونے لگا کہ وہ دوشیزہ ہے اور ابھی تک خراب نہیں ہوئی۔اسے اپنی عصمت اس قدر عزیز ہے۔اب ایلس کے خوان محبت سے اسے جو کچھ مل جاتا وہ کتنا ہی ناکافی کیوں نہ ہوتا وہ اسی پر راضی تھا۔اب وہ اس کی عزت اور اس کا احترام کرنے لگا تھا۔‘‘(۲۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



ظہور اسلام کے بعد مشرق دنیا کے ماتھے پر جھومر تھا۔اس کے برعکس اگر دیکھا جائے تو برصغیر میں ہندو تہذیب جو قبل از مسیح سے اپنا وجود قائم کیے ہوئے ہے، مغرب جو کہ مختلف قبائلی جنگوں کی زد میں تھا اور یہ علاقے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔تہذیب نام کی کوئی چیز ان کے ہاں موجود نہ تھی۔وہ لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے۔صفائی ستھرائی، کھانے پینے کے آداب سے عاری یہ لوگ مشرق میں موجود اسلامی تہذیب میں آ کر مسلمانوں آداب سے زندگی، تعلیم اور روایات سیکھتے تھے۔یہ چیزیں سیکھنے سے یورپ میں نشاۃ ثانیہ وجود میں آیا اور یورپ کے لوگ بھی اس معاشرے کے معترف تھے۔انھی لوگوں کی بنائی ہوئی تہذیب سے سیکھا اور دنیا کے نقشے پر ایک بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔عزیز احمد کے مطابق:

> "کراکسلے نے کہا وہ بھی کیا زمانہ تھا لوگ مشرق سے تہذیب سیکھتے تھے اور نتیجے کے طور پر نشاۃ ثانیہ ظہور میں آیا۔اب مسٹر نعیم حسن مغرب میں تہذیب سیکھ رہے ہیںاور دوسری عالمگیر جنگ کے ظہور میں آنے کی توقع ہے۔"(۲۲)

نعیم حسن جب یورپ میں جاتا ہے تو اسے ایک امریکن لڑکی ایلس سے محبت ہو جاتی ہے۔ ایلس بھی اس سے محبت کا اظہار کرتی ہے۔نعیم اس سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ایلس بھی ہندوستان کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کرتی ہے۔کبھی وہ ہندوستان کے گرم ماحول اور حشراتِ ارض کے خوف سے نفرت کرنے لگتی ہے۔نعیم بہت مشکل سے اسے قائل کرتا ہے۔ایلس اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرتی ہے مگر شادی سے پہلے وہ اس کے متعلق اپنے باپ سے صلاح مشورہ کرتی ہے۔ایلس کا باپ ایک جہاں گشت کے روپ میں سامنے آتا ہے۔وہ ہندوستان کے بارے میں بہت زیادہ جان کاری رکھتا ہے۔وہ ہندوستان میں تجارت کے سلسلے میں کافی دفعہ آ چکا ہے۔ایلس اپنے ذاتی معاملات میں اپنے والد سے مشورہ کرتی ہے۔یہ ایک اچھی تہذیب ہونے کی علامت ہے۔اس کے بعد وہ اپنے والد کے مشورے پر عمل پیرا بھی ہو جاتی ہے۔آہستہ آہستہ وہ نعیم کو بھول جاتی ہے۔ایلس کا والد اس کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے کہتا ہے۔اگر آپ میرا فیصلہ نہ بھی مانیں تو پھر بھی آپ کو جائیداد سے حصہ ضرور ملے گا۔عزیز احمد کے مطابق:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26

"یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔اس کے باپ نے جواب دیا۔اگر میں تمھارا باپ نہ ہوتا تو آ جاتا کہ تم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہی فیصلہ ہے جو تمھیں کرنا چاہیے تھا۔ تمھارے روپیہ ہر صورت میں تمھیں ملے گا۔اس کا تم یقین رکھو۔ تمھارا یہ خیال میں یا تمھاری والدہ تمھاری اس نسبت کے مخالف ہیں۔ ہمیں محض شک ہے۔"(۲۳)

اس ناول میں مشرقی اور مغربی تہذیب کی کرنیں ہر جگہ بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔یہ ناول عزیز احمد کے فن کی معراج نظر آتا ہے۔انھوں نے گریز" لکھ کر ناول نگاری کے لیے ایک اچھوتے در کو وا کر دیا۔نئے لکھنے والوں کے لیے ایک مثال چھوڑی۔اس ناول میں پہلی دفعہ ایسی تحریکوں کے بارے میں جنسی منظر نامے کے ساتھ لکھا۔ایسی تحریکیں جنھوں نے دنیا میں انقلابات برپا کرکے اور ان تحریکوں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی نسل کے خیالات، احساسات کا جامع انداز میں بیان کیا ہے

حوالہ جات

۱۔احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ، جلد اول ،دوم لاہور مشتاق بک کارنر، ۲۰۱۵ء،ص۵۹۸
۲۔عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات جلد اول، لاہور اردو سائنس بورڈ، طبع سوم، ۲۰۱۶ء،ص۴۹۳
۳۔وارث سرہندی، قاموس مترادفات، لاہور اردو سائنس بورڈ، طبع سوم،۲۰۰۶ء، ص۴۶۸
۴۔فیروز الدین، مولوی ،مرتبہ فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۹۳
۵۔عارف ثاقب، ڈاکٹر، بیسویں صدی کا ادبی طرز احساس، لاہور: غالب نما، ۱۹۹۹ء،ص۲۴
۶۔وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو شاعری کا مزاج، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۶۵ء، ص:۳۳
۷۔اے۔ایل باشم، ہندوستانی تہذیب کی داستان مترجم ایس غلام سمنانی، لاہور: نگارشات پبلشرز، س ن، ص:۱۲۷
۸۔ایضاً، ص: ۱۰۷
۹۔نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر ، اسلامی ثقافت، لاہور فیروز سنز، س ن، ص:۳۲
10.E.B. Tylor, Primitive Culture, New York: Henry Hold and Company, 1889, P-1

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-26



۱۱۔عزیز احمد ،گریز اسلام آباد الحمرا ،پبلشنگ اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۴۴

۱۲۔ ایضاً،

۱۳۔یضاً، ص::۴۵

۱۴۔ ایضاً، ص۴۹

۱۵۔ ایضاً، ص:۵۱

۱۶۔ ایضاً، ص:۶۰

۱۷۔ ایضاً، ص:۶۷

۱۸۔ ایضاً، ص:۶۸

۱۹۔ ایضاً، ص:۹۲

۲۰۔ ایضاً، ص ۹۵

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۱۵

۲۲۔ ایضاً، ص:۱۱۷

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۴۸